جاوید احمد غامدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آل عمران

(۲۶)

(گزشتہ سے پیوستہ)

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، لَا تَکُوْنُوْا کَالَّذِیْنَ کَفَرُوْا، وَقَالُوْا لِاِخْوَانِھِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِی الْاَرْضِ اَوْ کَانُوْا غُزًّی، لَّوْ کَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا، وَمَا قُتِلُوْا لِیَجْعَلَ اللّٰہُ ذٰلِکَ حَسْرَۃً فِیْ قُلُوْبِھِمْ، وَاللّٰہُ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ، وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۵۶﴾ وَلَئِنْ

ایمان والو، اُن منکروں کی طرح نہ ہو جاؤ جن کے اعزہ و اقربا کبھی سفر پر جاتے ہیں یا کسی جنگ کے لیے نکلتے ہیں (اور اُن کو موت آجاتی ہے) تو اُن کے بارے میں[۲۳۵] وہ کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے۔ یہ اِس لیے کہ اللہ اِس چیز کو اُن کے دلوں کی حسرت بنا دے[۲۳۶]، (ورنہ حقیقت یہ ہے کہ) اللہ ہی مارتا اور جلاتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، وہ اللہ کی نگاہوں میں ہے۔ اور (اِس پر مزید یہ کہ)

---

[۲۳۵] اصل میں 'قالوا لاخوانھم' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ل' اسی طرح کا ہے، جس طرح سورۂ احقاف کی آیت 'وقال الذین کفروا للذین اٰمنوا'* میں آیا ہے۔

[۲۳۶] اور اس طرح ان کے اس وہم کی سزا انھیں دنیا ہی میں دے دے کہ اپنی تدبیروں سے وہ موت کو ٹال سکتے ہیں۔

---

* ۴۶: ۱۱۔

قُتِلْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ، اَوْمُتُّمْ لَمَغْفِرَۃٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَحْمَۃٌ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ﴿۱۵۷﴾
وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَی اللّٰہِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

فَبِمَا رَحْمَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ، وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ فَاعْفُ عَنْھُمْ، وَاسْتَغْفِرْ لَھُمْ، وَشَاوِرْھُمْ فِی الْاَمْرِ، فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ،

اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ گے یا مرو گے تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمھیں حاصل ہو گی، وہ اُس سے کہیں بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔ اور (یہ بھی کہ) تم مرو یا مارے جاؤ، تم کو سمٹ کر جانا بہرحال اللہ ہی کی طرف ہے۔[۲۳۷] ۱۵۶-۱۵۸

سو یہ اللہ کی عنایت ہے[۲۳۸] کہ تم اِن کے لیے بڑے نرم خو واقع ہوئے ہو۔ اگر تم درشت خو اور سخت دل ہوتے تو یہ سب تمھارے پاس سے منتشر ہو جاتے۔ اِس لیے اِن سے درگزر کرو، اِن کے لیے مغفرت چاہو اور معاملات میں اِن سے مشورہ لیتے رہو۔[۲۳۹] پھر جب فیصلہ کر لو تو اللہ پر بھروسا کرو،[۲۴۰]

---

[۲۳۷] یہ آیات جس رویے کو اختیار کرنے کی تلقین کرتی ہیں، اس کی وضاحت استاذ امام امین احسن اصلاحی نے اس طرح فرمائی ہے:

> ''... یہ آیت تہور کی دعوت نہیں دے رہی ہے، بلکہ اس حقیقت سے آگاہ کر رہی ہے کہ فرائض سے فرار زندگی بچانے کی کوئی تدبیر نہیں ہے۔ آدمی کے لیے صحیح روش یہ ہے کہ جو فرض جب عائد ہو جائے، پورے عزم و جزم کے ساتھ اس کو ادا کرے اور یہ یقین رکھے کہ موت اس وقت آئے گی، جب اس کا وقت مقرر ہے اور ساتھ ہی یہ بھی یقین رکھے کہ ادائے فرض کی راہ میں مرنا اس دنیا کی زندگی اور اس زندگی کے تمام اندوختوں سے کہیں زیادہ قیمتی ہے۔'' (تدبر قرآن ۲/ ۲۰۷)

[۲۳۸] اصل میں 'فبما رحمۃ من اللّٰہ' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ما' ہمارے نزدیک جملے کے آہنگ کو قائم رکھنے کے لیے آ گیا ہے۔

[۲۳۹] اس سے پہلے منافقین پر جو تنقید کی گئی ہے، اس کا اثر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں پر یہ پڑ سکتا تھا کہ سب کا رویہ ان کے بارے میں سخت ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس مرحلے میں یہ پسند نہیں کیا۔ چنانچہ بطور التفات

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِنْ یَّنْصُرْکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمْ، وَاِنْ یَّخْذُلْکُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِیْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ بَعْدِہٖ، وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۶۰﴾

اس لیے کہ اللہ کو وہی لوگ پسند ہیں جو اُس پر بھروسا کرنے والے ہوں۔ (یاد رکھو کہ) اگر اللہ تمھاری مدد پر ہو تو کوئی تم پر غلبہ نہیں پا سکتا اور وہ تمھیں چھوڑ دے تو اِس کے بعد کون ہے جو تمھاری مدد کرے گا؟ اور ایمان والوں کو تو اللہ ہی پر بھروسا کرنا چاہیے[۲۴۱]۔ ۱۵۹-۱۶۰

فرمایا ہے کہ اس سے پہلے بھی جو کریمانہ طرز عمل آپ نے اختیار کیے رکھا ہے، وہی صحیح تھا اور اب بھی آپ کی یہ روش قائم رہنی چاہیے تاکہ جن کے اندر اصلاح پذیری کی ادنیٰ گنجایش بھی باقی ہے، وہ اپنے آپ کو درست کر لیں۔ اس کے ساتھ ایک مزید ہدایت یہ فرمائی ہے کہ حسب سابق ان سے مشورہ بھی کرتے رہیے، اس لیے کہ مسلمانوں کی جماعت سے ان کے الگ کر دینے کا وقت ابھی نہیں آیا۔ ان کی مہلت باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے بارے میں کوئی فیصلہ آجانے تک ان کے معاشرتی حقوق اسی طرح قائم رہنے چاہییں، جس طرح ہمیشہ سے قائم ہیں۔

اس ہدایت کا موقع یہی ہے، لیکن اس سے یہ بات نکلتی ہے کہ ارباب حل وعقد کے لیے عام حالات میں پسندیدہ طریقہ نرمی، چشم پوشی اور عفو و درگزر ہی کا ہے۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ’’...اسی سے افراد میں حسن ظن اور اعتماد پیدا ہوتا ہے جس سے اجتماعی نظام میں وحدت، قوت اور استحکام کی برکتیں ظہور میں آتی ہیں۔ سختی اور سخت گیری اس کی فطرت میں نہیں، بلکہ اس کے عوارض میں سے ہے۔ جس طرح صحت کے لیے اصل شے غذا ہے، لیکن کبھی کبھی کسی مرض کے علاج کے لیے دوا کی بھی ضرورت پیش آجاتی ہے، اسی طرح اجتماعی نظام میں اصل چیز نرمی ہے، سختی کبھی کبھی ضرورت کے تحت اختیار کرنی پڑتی ہے۔‘‘

(تدبر قرآن ۲/ ۲۱۰)

[۲۴۰] یعنی مشورے کے بعد جب فیصلہ کر لو تو اس کی پروا نہ کرو کہ ان میں سے کون تمھارا ساتھ دیتا ہے اور کون نہیں دیتا۔ ان کی بات مانی جائے یا نہ مانی جائے، دونوں صورتوں میں یہ نازک سے نازک موقع پر تمھیں چھوڑ کر جا سکتے ہیں۔ اس کی فکر نہ کرو، تمھارے لیے اللہ اور سچے ایمان والے ہی کافی ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّغُلَّ، وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ، ثُمَّ تُوَفّٰى
كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ، وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ
كَمَنْ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ، وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ، وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿۱۶۲﴾ هُمْ
دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ، وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ، يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ، وَيُزَكِّيْهِمْ،

(یہ سمجھتے ہیں کہ اِس جنگ کے لیے باہر نکل کر پیغمبر نے اِن سے بدخواہی کی ہے۔ ہرگز نہیں)، یہ کسی پیغمبر کے شایان شان ہی نہیں کہ بدخواہی کرے اور (اِنھیں معلوم ہونا چاہیے کہ) جو کوئی بدخواہی کرے گا، قیامت کے دن وہ اپنی اِس بدخواہی کے ساتھ ہی حاضر ہوگا۔ پھر ہر شخص کو اُس کی کمائی کا پورا پورا بدلہ مل جائے گا اور اِن کے ساتھ کوئی کمی نہ ہوگی۔ کیا وہ جو خدا کی خوش نودی چاہے، وہ اُن لوگوں کی طرح ہو جائے گا جو خدا کی ناراضی لے کر لوٹے اور جن کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور وہ کیا ہی برا ٹھکانا ہے؟ اللہ کے نزدیک اِن کے درجے الگ الگ ہوں گے اور جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اُسے دیکھ رہا ہے۔[۲۴۲] حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے تو مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا ہے کہ اُن کے اندر خود اُنھی میں سے ایک رسول اٹھایا ہے[۲۴۳] جو اُس کی آیتیں اُنھیں سناتا

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net

---

[۲۴۱] یعنی اصلی چیز اللہ پر بھروسا ہے۔ یہ ایمان کا لازمی تقاضا ہے۔ اسباب و وسائل کی حیثیت بندۂ مومن کے لیے ہمیشہ ثانوی ہوتی ہے۔

[۲۴۲] یہ منافقین کے اس الزام کی تردید ہے جو انھوں نے احد کی شکست کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر لگایا اور جس کے ذریعے سے مسلمانوں کے اندر بددلی پیدا کرنے کی کوشش کی۔ استاذ امام لکھتے ہیں:

> ”... الزام یہ تھا کہ ہم نے تو اس شخص پر اعتماد کیا، اس کے ہاتھ پر بیعت کی، اپنے نیک و بد کا اس کو مالک بنایا، لیکن یہ اس اعتماد سے بالکل غلط فائدہ اٹھا رہے ہیں اور ہمارے جان و مال کو اپنے ذاتی حوصلوں اور امنگوں کے لیے تباہ کر رہے ہیں۔ ہم نے تو واضح طور پر یہ مشورہ دیا تھا کہ شہر کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے، لیکن انھوں نے ہمارے مشوروں کی اور ہمارے بھائیوں کی جانوں کی کوئی قدر و قیمت نہ سمجھی اور ان کو ایک بالکل نامناسب مقام میں لے جا کر دشمن سے تہ تیغ کرا دیا، یہ صریحاً قوم کی بدخواہی اور اس کے ساتھ غداری و بے وفائی ہے۔“

(تدبر قرآن ۲/۲۱۱)

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ، وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ﴿۱۶۴﴾

ہے اور اُن کا تزکیہ کرتا ہے[۲۴۴] اور اِس کے لیے اُن کو قانون اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے[۲۴۵]۔ اور اس میں شبہ نہیں کہ اِس سے پہلے تو وہ کھلی گمراہی میں تھے[۲۴۶]۔ ۱۶۱-۱۶۴

---

[۲۴۳] یعنی یہ اللہ کا احسان ہے کہ اس نے یہ رسول انھی کے اندر سے اٹھایا ہے تاکہ کسی نوعیت کی کوئی اجنبیت ان کے اور اس رسول کی دعوت کے مابین رکاوٹ نہ بنے اور اس کی آواز کو یہ خود اپنے ضمیر کی آواز کی طرح پہچانیں اور سنیں۔

[۲۴۴] یہ اسی احسان کا دوسرا پہلو ہے کہ اس رسول کے ذریعے سے جو دعوت پیش کی جا رہی ہے، وہ ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو پاکیزہ بنانے کی دعوت ہے۔ پھر اس سے بڑھ کر ان کے حق میں نصح و خیر خواہی کی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟ اس مفہوم کے لیے عربی زبان کا جو لفظ قرآن نے اختیار کیا ہے، وہ تزکیہ ہے۔ اس کے معنی کسی چیز کو آلایشوں سے پاک کرنے کے بھی ہیں اور نشوونما دینے کے بھی۔ انبیا علیہم السلام انسانوں کو جس قانون و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں، اس سے یہ دونوں ہی چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔

[۲۴۵] اصل میں 'یعلمھم الکتاب والحکمۃ' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ 'الکتاب' قرآن کی زبان میں جس طرح خط اور کتاب کے معنی میں آتا ہے، اسی طرح قانون کے معنی میں بھی مستعمل ہے۔ قرآن کے نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اور 'الحکمۃ' جب اس طرح عطف ہو کر آتے ہیں تو 'الکتاب' سے شریعت اور 'الحکمۃ' سے دین کی حقیقت اور ایمان و اخلاق کے مباحث مراد ہوتے ہیں۔

[۲۴۶] یہ احسان کا تیسرا پہلو ہے کہ جن لوگوں میں اس پیغمبر کی بعثت ہوئی ہے، وہ گمراہیوں میں بھٹک رہے تھے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان پر کرم فرمایا اور گمراہی سے نکال کر ہدایت کی سیدھی راہ پر گامزن کر دیا۔

اس مفہوم کے لیے اصل میں 'وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین' کے الفاظ آئے ہیں۔ ان میں 'ان' درحقیقت 'انّ' ہے جس پر 'ل' دلالت کر رہا ہے۔

[باقی]

---

www.javedahmadghamidi.com
www.ghamidi.net